MTA کے ذریعہ لوگوں تک علم الأديان و علم الأبدان پہنچنے چاہئیں۔

MTA کے لئے متنوع پروگراموں کی تیاری سے متعلق تفصیلی ہدایت

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 / جولائی 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کینیڈا اور امریکہ کے دورے کی توفیق ملی اور اگرچہ مصروفیات بہت زیادہ تھیں مگر حسب توفیق ان کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے ہمت عطا فرمائی۔ مگر کمزوریاں بھی رہ جاتی ہیں جو بشری کمزوریاں بھی ہیں اور بعض دفعہ اتفاقات کی کمزوریاں بھی ہوتی ہیں۔ بعض انتظامات کے نقص ہیں جو بے اختیاری کے عالم میں ہوتے ہیں، بعض بھول چوک کے نتیجے میں تو یہ تو ممکن نہیں کہ ایسے جلسوں میں جہاں ملک کے طول و عرض سے احباب خلوص کے ساتھ تشریف لائے ہوں ان کی تمام ضروریات کا پوری طرح خیال رکھا جا سکے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ جذباتی تکلیفیں بھی پہنچ جاتی ہیں اور ان کا علم بعد میں ہوتا ہے اس لئے ان کا ازالہ کرنا بھی ممکن نہیں رہتا۔ مگر وہ جلسے جو گزرے ہیں ان کے بعد ایک اور جلسہ آنے والا ہے جو بہت قریب آرہا ہے اور اس کے پیش آثار جو پہلے ظاہر ہونے والے آثار ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مسجد میں بھی دکھائی دینے لگے ہیں۔ انگلستان میں مسجد کے اردگرد اور بازاروں میں بھی وہ چہرے دکھائی دیتے ہیں جو محض للہ بڑے دور کے سفر کر کے اس جلسے میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ہیں۔

سب سے پہلے تو میں دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ ان سب کو جو آ گئے اور ان سب کو بھی جو آنے والے ہیں اور ان سب کو بھی جو آ نہیں سکے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور ان انتظامات کے سلسلے میں جو بشری کمزوریاں رونما ہوں ان سے صرفِ نظر فرمائیں اور جہاں تک ہو سکے عفو کا سلوک کریں اور بخشش کا

سلوک کریں کیونکہ انسان جو اپنے بھائیوں سے عفو اور بخشش کا سلوک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی عفو اور بخشش کا سلوک فرماتا ہے۔ پس عفو اپنی ذات میں ایک بہت اعلیٰ خلق ہے اور بخشش بھی اپنی ذات میں ایک بہت اعلیٰ خلق ہے لیکن اگر خدا کے حوالے سے کئے جائیں تو یہ دوہرا فائدہ ہے دنیا کا بھی اور دین کا بھی کیونکہ جو اللہ کی خاطر عفو کیا جائے، اللہ کی خاطر مغفرت کی جائے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے اوپر یہ حق بنالیتا ہے کہ ایسے بندے سے میں بھی عفو کا سلوک فرماؤں اور مغفرت کا سلوک فرماؤں۔ تو بہت ہی اچھا موقع ہے کہ بظاہر ایک تاریکی سے نور نکال لیا جائے اور یہ جو Blessing in Disguise کہا جاتا ہے انگریزی میں، دنیا میں تو صحیح معنوں میں اس محاورے کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں مگر دین میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بعینہٖ اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ہر بدی سے جو بدی دکھائی دیتی ہے اللہ تعالیٰ نے بھلائی نکالنے کے پہلو خود ہمیں سمجھا دیئے ہیں اور ان کی ذمہ داری خود ادا فرماتا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب میں جو جلسہ کینیڈا اور امریکہ ہے اس کے حوالے سے ایک دو باتیں اور کہوں گا اور پھر ایک ایسی بنیادی ضرورت کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا جس کے متعلق پہلے بھی بارہا کہہ چکا ہوں مگر ابھی تک میرے اس منشاء کو پوری طرح جماعتیں سمجھ نہیں سکیں اس لئے بعض دفعہ تکرار کرنی پڑتی ہے۔ ایک بات آمنے سامنے بھی سمجھائی جائے بٹھا کر تو تب بھی بسا اوقات وہ پوری طرح سمجھ نہیں آتی۔ انسان سمجھتا ہے میں نے ابلاغ کا حق ادا کر دیا مگر سننے والا اس مفہوم کو صحیح سمجھتا نہیں۔ اس لئے اس پر عمل درآمد کے وقت نقص رہ جاتے ہیں اور یہ جو نقائص ہیں یہ MTA سے تعلق رکھنے والے نقائص ہیں جن کی طرف میں آپ کو متوجہ کروں گا۔

کینیڈا اور امریکہ کے جلسوں میں جو خصوصیت سے میں نے بات محسوس کی بہت سے لوگ جو بہت دور سے تشریف لائے تھے ان کو ملاقات کا موقع نہیں مل سکا یعنی ذاتی ملاقات کا موقع نہیں مل سکا اور اس کے لئے دونوں ممالک نے کچھ قوانین اپنے لئے بنالیے تھے کہ اس دفعہ ان کو موقع دیا جائے جن کو کبھی بھی ملاقات کا موقع نہیں ملا اور اس پہلو سے اگرچہ ہزارہا ملاقاتیں ہوئیں لیکن جو خاص طور پر دور سے ملاقات کی نیت سے آئے تھے اور اپنا حق کسی پہلو سے بالا سمجھتے تھے ان کو اس ملاقات نہ ہونے کے نتیجہ میں ٹھوکر لگی، صدمہ پہنچا۔ بعض نے اظہار کیا، بعض کے اظہار ان کے چہروں پر لکھے ہوئے، رستہ چلتے دکھائی دے رہے تھے مگر تکلیف کا بہر حال ایک موقع تھا۔ تو میں ان سب

سے معذرت خواہ ہوں اور یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اتنی بڑی ملاقاتوں میں یہ حقیقت ہے کہ ہر شخص سے ملاقات ناممکن ہے اور جب ہوتی ہے تو پھر اتنی مختصر ہوتی ہے کہ بعض دفعہ ملاقات کے بعد جانے والے بڑی حیرت سے دیکھتے ہیں کہ اچھا وقت ختم بھی ہو گیا ہے۔ ہم تو پندرہ سو میل سے آئے تھے یا دو ہزار میل سے آئے تھے تو آپ نے بس اتنا سا ہی وقت رکھا تھا۔ تو میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ وقت میں کہاں رکھتا ہوں، وقت تو اللہ نے رکھے ہوئے ہیں۔ مجھے چوبیس (24) گھنٹے کے دن کی بجائے اڑتالیس (48) گھنٹے کا دن دے دیں تو پھر میں آپ کے وقت کو بھی بڑھا دوں گا اور اپنی خدمت کے وقت کو بھی بڑھا دوں گا مگر یہ بے اختیاریاں ہیں۔

ایک طرف یہ مطالبہ کہ ہر ایک سے ملاقات ہو دوسری طرف یہ مطالبہ کہ ہر ملاقات سیر حاصل ہو تو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، ناممکن ہے اور جب میں دیکھتا ہوں بعض خاندان بے چارے چھوٹے چھوٹے بچوں کو لے کر کئی کئی گھنٹے بیٹھے رہتے ہیں تو مجھے خود تکلیف ہوتی ہے اور شرمندگی محسوس کرتا ہوں کہ یہ بے چارے صرف دومنٹ کی ملاقات کے لئے بیٹھے ہیں۔ مگر وہ دومنٹ کو بڑھانا میرے قبضہ قدرت میں نہیں کیونکہ ایک طرف جب بڑھاؤں گا تو دوسرے بچوں کی دل آزاری ہوگی جوان کو اور بھی لمبا بیٹھنا پڑے گا اور ان کی ملاقات کا وقت اور بھی مختصر ہو جائے گا۔ اس لئے میں آپ کا وقت بانٹتا ہوں اصل میں۔ میرا وقت تو آپ کے لئے حاضر ہے۔ مگر جو وقت آپ سب کا مشترک ہے اس کو مجھے جس حد تک ممکن ہے انصاف سے بانٹنا پڑتا ہے۔ اب جو آنے والے ہیں وہ بھی اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ ملاقاتوں کا جو سلسلہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بڑھ چکا ہے اور میں نے دو خلفاء کا زمانہ پہلے دیکھا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے وقت کے حالات بھی ہمارے سامنے ہیں جو سلسلہ کے لٹریچر میں موجود ہیں، انفرادی طور پر اس طرح فیملی ملاقات کی جو توفیق خدا تعالیٰ نے اس دور میں مجھے بخشی ہے اس کی کوئی مثال آپ کو پہلے دکھائی نہیں دے گی۔ ان کے وقت مجھ سے زیادہ مصروف رہے ہیں، زیادہ عمدہ نیکی کے کاموں میں وہ مشغول رہے ہیں۔ یہ مراد نہیں کہ **نعوذ باللہ من ذالک** انہوں نے اپنے وقت کو بچا لیا، اپنی ذات کے لئے بچایا، صرف یہ مراد ہے کہ اب جماعت کے تقاضے اور طرح کے ہو گئے ہیں اور تربیت کے حقوق میں ملاقات بھی ایک اہم جزو کے طور پر داخل ہو گئی ہے۔ اس زمانے میں جتنے احمدی تھے ان کو قریب رہنے کا موقع مل جایا کرتا

تھا، جلسوں میں شامل ہو کر قریب بیٹھنے کا موقع مل جایا کرتا تھا۔ اب تو یہ دُور درشن کے زمانے آ گئے ٹیلی ویژن کے ذریعے پھیلے ہوئے خطبات اور تصویروں کے ذریعے دیکھنا یہ دور بدل گیا ہے اور اگر اس دور میں انفرادی طور پر خاندانوں سے تعلق قائم نہ کیا جائے تو ان کے اندر وہ گہرا ذاتی رابطہ خلافت سے قائم نہیں ہو سکتا۔ وہ جو تعلق ہے دور سے دیکھنے سے یا سننے سے اس میں وہ مضبوطی نہیں جو اس تعلق میں ہوتی ہے جو میں نے بیان کیا ہے اور پھر اگلی نسل کو سنبھالنے کے لئے یہ بہترین ذریعہ ہے کیونکہ چھوٹے بچے جب مل کے جاتے ہیں تو بسا اوقات ان کی طرف سے خطوط ملتے ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ بچے پھر اپنے ماں باپ کو سنبھالتے ہیں اور اگر وہ ٹیلی ویژن کسی اور جگہ لگانا چاہیں تو کہتے ہیں نہیں ہم نے احمدیہ پروگرام دیکھنا ہے اور ملاقات کی یادیں ان کے دلوں پر ہمیشہ کے لئے نقش رہتی ہیں۔ تو یہ بے اختیاریاں ہیں ملنا تو ہے بہرحال ملنا ہے مگر ہر ملاقات کو لمبا نہیں کیا جا سکتا اور ہر ملنے والے کی خواہش کو پورا کرنا بھی ممکن نہیں رہا۔

ایک اور بات پیش نظر رکھیں کہ ملاقات کوئی ایسا معاملہ نہیں جو انصاف کے دائرے سے تعلق رکھتا ہو، جس میں لازم ہو کہ ہر ملاقات کی خواہش والے کو ملاقات کا وقت دیا جائے۔ جو وقت کی مجبوری ہے اس کے علاوہ بھی بعض ذاتی تقاضے ہوتے ہیں۔ یہ کہنا درست نہیں کہ اگر ایک کو وقت دیا گیا اور وہ پہلے سال بھی مل چکا تھا اور دوسرے کو اس بناء پہ وقت نہیں دیا گیا کہ وہ پچھلے سال مل گیا تھا تو یہ ناانصافی ہے۔ ملاقات ایک ذاتی حق ہے اور قرآن کریم نے اس حق کو تسلیم فرمایا ہے اور قرآن کریم نے اس حق کو ہر مومن کے لئے تسلیم فرمایا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو حق خدا تعالیٰ ہر مومن کو دے خلیفہ کو اس سے محروم کر دے اور اس پہ لازم ہو جائے کہ ہر ملاقاتی سے ضرور ملے اور اگر خود اس کو خواہش ہو کسی سے ملنے کی تو وہ اس وجہ سے نہ ملے کہ پھر دوسروں کی دلآزاری ہوگی۔ یہ تو بالکل ایک غلط بات ہے اور قرآن کریم تو یہ فرماتا ہے کہ اگر تم کسی سے ملنے جاؤ دروازہ کھٹکھٹاؤ، السلام علیکم کہو اگر اجازت ملے تو ملو ورنہ بغیر دل پر میل لئے واپس لوٹ جاؤ۔ تو ہر شخص کو اگر یہ ملاقات کا حق ذاتی طور پر خدا عطا نہ فرماتا تو ان آیات کے کیا معنی ہیں۔ پس اگر میں ذاتی طور پر کسی سے ملتا ہوں تو اس کو بعد میں طعن آمیزی کا ذریعہ بنانے کا کسی کو حق نہیں ہے کیوں ملتا ہوں، اللہ بہتر جانتا ہے۔ بعض دفعہ ایسی باتیں ہوتی ہیں کہ بعضوں کے مشورے کی ضرورت پڑتی ہے اور، اور بھی بہت سے ایسے ملاقات کے

اسباب ہیں جن کا اس وقت احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر متفرق ضروریات ہیں انسان کی اور ان وجوہات سے ملنا پڑتا ہے۔ کسی کو زیادہ وقت دینا پڑتا ہے تو اس میں شکوے کا کوئی حق نہیں۔ جن سے ملاقات ہو جاتی ہے وہ چونکہ محض للّٰہ ہے اس پر بھی شکریے کا محتاج نہیں ہوں۔ میں نے بھی محض للّٰہ کیا، آپ نے بھی محض للّٰہ کیا۔ نہ میں آپ کا ممنون، نہ آپ میرے ممنون مگر شکووں کا بھی مضمون کوئی نہیں ہے یہاں۔ جو نہیں ملنے آتا مجھے کبھی بھی اس سے شکوہ نہیں ہوا۔ سرسری ملاقات ہو جائے تو وہ بھی بہت ہے۔ جلسوں کے وقت جو ملاقاتیں ہوتی ہیں وہاں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ملاقات نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بھی تو ایک ملاقات ہے اور بڑی اہم ملاقات ہے۔ جب سوال و جواب کی مجالس میں ہم اکٹھے بیٹھتے رہے اور بار بار بیٹھتے رہے، ہر ایک کو موقع تھا اٹھ کر سوال کرتا انہوں نے جب اپنی ذاتی باتیں کہنے کی خواہش کا اظہار کیا تو ان کو بھی موقع دیا گیا ہاں آپ کہیں شوق سے، اپنی ضروریات بتائیں۔ تو اگر یہ ملاقات نہیں تو پھر اور کیا ہے اور اس ملاقات سے تو بہتر ہے جو ٹیلی ویژن کے ذریعے ہوتی ہے۔ وہاں تو یک طرفہ ہے، وہاں ایک طرف سے انسان بات کرسکتا ہے اور دوسری طرف سے ایک بے اختیاری ہے۔ تو یہ کہنا کہ ملاقات سب سے نہیں ہوئی یہ بھی غلط ہے۔ ہوتی رہی ہے، بار بار ہوتی رہی ہے، رستہ چلتے ہوتی رہی ہے، آتے جاتے مسجد میں اور دوسرے مقامات پر ایک دوسرے کو ہم دیکھتے، ایک دوسرے کے لئے ہاتھ اٹھا کر سلام کرتے رہے تو یہ بھی ملاقاتیں ہی ہیں۔ پس اس پہلو سے آئندہ جلسے پہ آنے والوں کو میں نصیحت کرر ہا ہوں حوالہ امریکہ اور کینیڈا کا دے رہا ہوں لیکن مخاطب وہ بھی ہیں جو اس جلسے پر تشریف لائیں گے۔ اس مضمون کو پیش نظر رکھیں دعا کریں اللہ تعالیٰ وقت میں برکت دے اور زیادہ سے زیادہ دوستوں سے ملنے کی توفیق بخشے لیکن اگر نہ ہو سکے تو پھر جلسے کی ملاقات ہی کو ملاقات سمجھیں۔ گھنٹوں جب آپ کے سامنے میں کھڑا ہوتا ہوں، باتیں کرتا ہوں تو وہ ملاقات ہی کی ایک صورت ہے۔

اب میں ایک اور بات امریکہ کے ایک خطبہ کے حوالے سے یہ کرنی چاہتا ہوں۔ ملک لال خان صاحب کینیڈا نے خط لکھا ہے جو مجھے کل ملا، اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ آپ نے جب آنحضرت ﷺ کی پسند کے شعر کی بات کی تو وہ ایک تمہید تھی جو بہت ہی دلچسپ اور پر لطف تھی جس سے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے ذوق میں جو دل کی کیفیت تھی جھانکنے کا موقع ملا لیکن غالباً

آپ اگلا مصرعہ پڑھنا بھول گئے اور شاید وہ مصرعہ پڑھ کر مضمون مکمل ہونا تھا۔اس لئے ہم انتظار کرتے رہے کہ وہ مصرعہ بھی پڑھا جائے تو بات مکمل ہوگی۔اس میں میرے بھولنے کا کوئی دخل نہیں ہے۔بھول تو میں جایا کرتا ہوں وہ قصور اپنی جگہ ہے لیکن اس موقع پر میری بھول چوک کا کوئی دخل نہیں ہے۔اس حدیث میں ایک ہی مصرعہ تھا تو میں حدیث کی طرف دوسرا مصرعہ کیسے منسوب کر دیتا۔میں شاعر کی نمائندگی تو کر ہی نہیں رہا تھا۔میں تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جذبات کی نمائندگی کر رہا تھا۔

الا کل شیء ما خلا اللّٰہ باطل یہ مصرعہ تھا جس کا ذکر حضورؐ نے فرمایا کہ کیا ہی پیارا شعر ہے لیکن اگلا مصرعہ جو ہے وہ ان کو پسند آیا لکھنے والے کو، اچھا مصرعہ ہے لیکن حدیث میں موجود نہیں۔''**وکل نعیم لا محالة زائل**'' ہر نعمت لامحالہ، بے شک ضرور زائل ہو جائے گی اور باقی نہیں رہے گی۔تو یہ مصرعہ تو اچھا ہے مگر سوال یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے کیا عمداً اسے نظر انداز فرمایا اور ایک ہی مصرعہ کو پسند کیا یا راوی نے پورا شعر یاد نہیں رکھا اور صرف ایک مصرعہ بیان کر کے آنحضور ﷺ کی تحسین کا ذکر فرما دیا۔میرے نزدیک راوی کی یادداشت کا قصور نہیں ہے کیونکہ یہ ایک معروف شعر تھا جس کے متعلق اور بھی واقعات بیان کئے جاتے ہیں اور عرب تو شعر یاد رکھنے میں تمام دنیا پر فوقیت رکھتے تھے۔بعض ایسے عرب تھے جو ایک ایک لاکھ شعر یاد رکھتے تھے یا جن کو یاد ہوتے تھے۔بڑے لمبے لمبے قصیدے یاد ہوتے تھے۔اس لئے وہ مصرعہ حضور اکرم ﷺ نے نظر انداز فرمایا ہوگا یہ میرا رجحان ہے اور اس کی ایک وجہ ہے۔**وکل نعیم لا محالة زائل** میں ایک ایسا مضمون ہے جس کا مذہب سے تعلق نہیں ہر انسان کی ایک بے ساختہ مجبوری ہے جس سے اس کا تعلق ہے۔ہر نعمت ہر شخص کو پیاری لگتی ہے اور نعمت کے زائل ہو جانے کے شکوے ہر زبان پہ رہتے ہیں خواہ وہ دہریہ شاعر ہو یا غیر دہریہ ہو۔تو وہ چیز جو ہر انسان کی بے اختیاری سے تعلق رکھتی ہے وہ تو آنحضورؐ کو پسند نہیں آئی۔جس چیز نے دل پر اثر کیا ہے وہ پہلا مصرعہ ہی تھا۔**الا کل شیء ما خلا اللّٰہ باطل** خبردار خدا کے سوا کوئی چیز بھی سچی نہیں، صرف ایک ہی سچا ہے۔ایک ہی ہے جو اپنی ذات میں حق ہے باقی ہر چیز باطل ہے۔اب یہ مصرعہ ایسی بلند شان کا ہے کہ دوسرا مصرعہ اس کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔شعری مضمون کے لحاظ سے تو مناسبت رکھتا ہے لیکن عرفان کے اعتبار سے یہ اس مصرعہ سے مناسبت نہیں رکھتا۔پس اس پہلو سے میرا یہ تصور ہے جو میں نے غور کیا ہے کہ آنحضور ﷺ نے عمداً اس کو چھوڑا

ہوگا اور اس مصرعہ کو بیان فرمایا ہوگا۔

اب رہا MTA کے تعلق میں جو میں آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ یہ مضمون بھی ایسا ہے جو میں بارہا بیان کر چکا ہوں اور مختلف مواقع پر مثلاً جرمنی میں، ہالینڈ میں، کینیڈا میں، اور پھر امریکہ میں بھی جماعت کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ چوبیس (24) گھنٹے MTA کو ایسے وڈیوز سے بھرنا، ایسے پروگراموں سے بھرنا کہ وہ سارے دلکش بھی ہوں اور معلومات سے بھی لبریز ہوں اور رجحانات کو مادہ پرستی سے دین کی طرف مائل کرنے والے ہوں یہ ہمارا ایک بہت عظیم چیلنج ہے جو ہم نے قبول کرلیا ہے اسے نبھانا ہے۔ اب اس کے لئے بہت محنت کی ضرورت ہے اور بہت عقل اور فہم کے ساتھ پروگرام بنانے کی ضرورت ہے۔ کیسے پروگرام بنائے جائیں۔ یہ وہ تفاصیل ہیں جو میں پہلے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے جرمنی میں، ہالینڈ میں اور کینیڈا اور امریکہ میں کسی حد تک بیان کر چکا ہوں اور ان کے خلاصے تیار کروا کے افریقہ میں تمام جماعتوں کو بھجوا دیئے تھے تا کہ جو افریقہ کا دن ہم منائیں اس میں ان کی طرف سے ایسی وڈیوز مل جائیں جو میری خواہش کے مطابق دلچسپ بھی ہوں اور معلوماتی بھی ہوں۔ دینی رنگ ان میں غالب ہو اور ایک جشن کی کیفیت بھی ہو لیکن جو وڈیوز آئیں اور آپ نے دیکھیں ان میں مشکل سے چند ایسے مقامات دکھائی دیئے جو ان کوائف پر پورے اترتے ہیں جو میں نے پیش کئے ہیں اور بڑی افراتفری میں جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا ایسا ملا جو دلچسپ بھی ہو اور کچھ دوسرے فوائد بھی رکھتا ہو وہ نکال کر آپ کے سامنے رکھا گیا۔

ہوسکتا ہے کہ لمبے عرصے کے انقطاع کی وجہ سے وہاں کے ہمارے مختلف ممالک کی جو جماعتیں ہیں انہیں میری پہلی ہدایات پہنچی نہ ہوں اور جو خلاصے لکھے گئے وہ پوری طرح واضح نہ ہوں۔ مگر اکثر ممالک جیسا کہ منشاء تھا اس کے مطابق وڈیو نہیں بنا سکے۔ اگر یہ عذر ہو کہ ان کے پورے سامان نہیں ہیں تو پہلے خط کے جواب میں ان کو لکھنا چاہئے تھا۔ پھر ہمارا فرض تھا کہ جب ان سے توقع رکھتے ہیں تو اس کے ذرائع بھی مہیا کریں لیکن وہ نہ لکھنا اور ذہن پر یہ اثر رہنا کہ وہ سامان موجود ہوں گے اور پھر وہ چیز نہ بنے تو اس سے بہت کوفت ہوتی ہے اور دنیا جو توقعات رکھ رہی تھی وہ پوری نہ ہوں تو احمدی، غیر احمدی ہر قسم کے لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں ان کے اوپر ایک احمدیت کی Efficiency کا، اس کی کارکردگی کا اچھا اثر نہیں پڑتا۔ پس اس پہلو سے آپ یاد رکھیں وہ پروگرام جو میں نے بیان

کئے ہوئے تھے وہ ہم نے بہر حال بنانے ہیں۔

اور افریقہ کے حوالے سے خصوصیت سے میں چند مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں مثلاً یوگنڈا کی بات تھی۔ یوگنڈا کو چاہئے تھا کہ اپنے تاریخی اہم واقعات کو ٹیلی ویژن میں پیش کرنے کے لئے اس کا کوئی طریقہ اختیار کریں۔ اپنے جغرافیائی اہمیت کے مقامات کو پیش کرنے کے لئے اور ایسے مقامات جہاں تاریخ اور جغرافیہ دونوں مدغم ہو جاتے ہیں ان کے متعلق بڑے دلچسپ پروگرام پیش کئے جا سکتے تھے۔ وہاں کی اقتصادیات، وہاں کا رہن سہن، وہاں کی قوموں کے اختلافات اور تاریخ میں یوگنڈا نے کیا کردار ادا کیا اور وہ زمانہ جب کہ سارے افریقہ میں تعلیم کے لحاظ سے سب سے اونچا ملک یوگنڈا سمجھا جاتا تھا۔ اس کی پیداوار کیا کیا ہے؟ وہاں Lake Victoria کیا کردار ادا کرتی ہے اور دریائے نیل کا دہانہ کیا ہے اور اس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے کیا فرمایا تھا اور کس شان کے ساتھ اس زمانے میں وہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ یہ ساری باتیں ایسی دلچسپ ہیں کہ اگر کبھی کوئی خوب صورت مناظر دکھائے جائیں پھر کچھ تبصرے ساتھ ساتھ چل رہے ہوں تو بہت لمبا مضمون ہے وڈیوز کا جو یوگنڈا سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

احمدیت وہاں کب آئی؟ کون تھے احمدیت لانے والے؟ وہ کہاں دفن ہیں؟ ان کی قربانیاں، ان کے کتبے دکھائے جانے، کس سن میں آئے تھے، کیا کیا قربانیاں کیں؟ ان کے خاندان اب کہاں پھیل گئے ہیں؟ اور سیاست کے لحاظ سے یوگنڈا کن کن ادوار سے گزرا ہے۔ اس پر غیر قوموں نے کب قبضہ کیا۔ اس سے پہلے کیا کیفیت تھی۔ اتنے مضامین ہیں کہ وہ اگر حقیقت میں اچھی فلموں میں ڈھالے جائیں تو ساری دنیا کے لئے بے حد باعث کشش بھی ہیں اور علم میں اضافہ کرنے والے بھی ہیں۔ مبلغین کی تاریخ مبلغ پہلے کون آیا تھا پھر کون آیا؟ کن حالات میں انہوں نے وہاں گزارے کئے ہیں، کس تنگی ترشی سے انہوں نے وقت گزارے ہیں اور دین کی خدمت میں کیا کیا بہادری کے کارنامے سرانجام دیئے ہیں وہاں کے مقامی خاندان، اولین کون تھے، کیسے آئے، انہوں نے کیا کیا دکھ دیکھے، کن کن مصیبتوں پہ صبر دکھایا۔ وہاں کے معاندین کے حالات اور جب خوب جوش کے ساتھ مقابلے ہوئے ہیں تو کس طرح اللہ تعالیٰ کی تائید ظاہر ہوئی ہے اس شان کے ساتھ کہ مخالف کو نامراد اور ناکام بنا کے دکھا دیا اور خدا تعالیٰ نے اپنے پاک بندوں کی تائید فرمائی۔ یہ یوگنڈا

کی تاریخ سے تعلق رکھنے والے واقعات ہیں۔ان کو سجا کر ایسی دلکشی کے ساتھ پیش کیا جاسکتا ہے کہ کوئی انسان بھی یہ نہ سمجھے کہ تقریر ہو رہی ہے۔اب جب بھی وڈیو کی توقع کی جاتی ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک آدمی آکے بیٹھ جائے اور تقریر شروع ہو جائے۔تقریریں تو بہت ہوتی ہیں ہمارے ہاں اور احمدیوں میں تقریر سننے کا حوصلہ بھی بڑا ہے۔چھ چھ سات سات گھنٹے بیٹھ جانا کوئی معمولی بات تو نہیں۔دنیا میں ہے کون جو اتنے صبر کے ساتھ تقریریں سن سکے۔مگر یہ تو نہیں کہ اب صبر کا امتحان ختم ہی نہ ہو اور یوں صبر پر بوجھ ڈالیں کہ یہاں تک کہ صبر ٹوٹ جائے۔اس لئے یاد رکھیں ٹیلی ویژن کا مقابلہ دوسرے دنیا کے ٹیلی ویژنز کے ساتھ ہے۔وہاں بہت بڑے بڑے دلچسپ ایسے پروگرام پیش کئے جاتے ہیں جو اکثر مخرب الاخلاق ہیں، اکثر اخلاق کو برباد کرنے والے ہیں اور کوئی بھی ٹیلی ویژن خواہ وہ دینی کہلائے یا غیر دینی جب تک میوزک نہ پیش کرے اس وقت تک اس کی بات نہیں بنتی۔جب تک لغو اشتہار نہ دکھائے اس وقت تک اس کا گزارا نہیں ہوتا۔تو ہم ایک ہی وہ ٹیلی ویژن کا نظام پیش کر رہے ہیں جو سب سے مستثنیٰ، سب سے الگ ہے اور اس میں جان ڈالے رکھنا یہ ہمارا فرض ہے اور اپنی جان ڈالنی پڑتی ہے۔ہم کوئی خدا تو نہیں کہ ہمارے امر کے ساتھ جان پڑ جائے۔ہر بندہ جو محنت کرتا ہے، دل لگا کے محنت کرتا ہے فی الحقیقت تو اپنی جان ہے جو اپنے پروگراموں میں، اپنی تخلیق میں ڈالتا ہے۔

اس پہلو سے ایسی ٹیموں کی ضرورت ہے جو ہر ملک میں طوعی طور پر اپنے سپرد ذمہ داریاں کر لیں اور جب وہ پروگرام بنائیں تو اس سے پہلے پروگرام بنانے کے تعلق میں جتنی میں نے نصیحتیں کی ہیں ان سب کو یکجائی صورت اپنے پاس رکھیں اور ان کو غور سے سنیں یا تحریریں ہیں تو ان کو غور سے پڑھیں تا کہ یہ نہ ہو کہ پروگرام بنائیں اور بعد میں پتا چلے کہ یہ ہمارے مقصد کا نہیں اس میں یہ نقص رہ گئے ہیں۔تو پروگرام کا تجربہ یہ بھی تو ایک لمبا عرصہ چاہتا ہے۔اس لئے کچھ بنانے تو شروع کریں اور ہر پہلو سے اپنے اپنے ممالک کی تصویر کو اس طرح پیش کریں کہ ایک سننے والے کی تشنگی دور ہو اور امکانات جو ہیں اس ملک کے ان کو بھی کھول کر سامنے رکھیں۔

اب یوگنڈا کی بات ہو رہی تھی اسی حوالے سے یوگنڈا میں تجارت کے کیا کیا امکانات ہیں۔کون سی انڈسٹری لگ رہی ہے۔اس کا کیا حال ہے، اس کی مشکلات کیا کیا ہیں۔اگر بددیانتی

عام ہے، اگر چوری کی عادت ہے، اگر جھوٹ کی عادت ہے تو باہر سے آنے والے مفادات کی کیسے حفاظت کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں کہ نہیں۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جن کا MTA پر ذکر آنا ضروری ہے تاکہ تمام دنیا میں سننے والے اپنے اپنے حالات کے مطابق یہ جائزہ لیں کہ کیا وہ بھی اس ملک سے روابط میں حصہ لے سکتے ہیں کہ نہیں؟ ایکسپورٹ، امپورٹ ہے، انڈسٹری کا قیام ہے۔ وہاں سے چیزیں منگوانا ہے یہ بھی ایک پہلو ہے جو MTA میں تمام عالم کی خدمت کے طور پر پیش ہو سکتا ہے اور پھر اگر وہاں جماعت کی وساطت سے بعض تصدیقات حاصل کی جاسکتی ہیں تو یہ بتانا چاہئے کہ یہاں ہمارا یہ مرکز ہے جس نے معلومات حاصل کرنی ہوں وہ یہاں سے معلومات حاصل کر سکتا ہے۔

ملکی زبانیں ہیں ان کا تعارف ہونا چاہئے۔ پھر شعراء ہیں ملک کے ان کا تعارف ہونا چاہئے۔ ادیب ہیں ان کا تعارف ہونا چاہئے۔ ہر ملک میں کچھ لکھنے والے موجود ہیں ضروری تو نہیں کہ صرف انگریزی میں ہی یا عربی یا اردو میں ہی لکھنے والے ہوں۔ ہر ملک کی زبان ایک فصاحت و بلاغت کا رنگ رکھتی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے سکھائی ہے اس لئے ہر زبان جو طبعی ہو، جس میں ملاوٹ نہ ہو اس میں حیرت انگیز طور پر فصاحت و بلاغت کے امکانات رہتے ہیں اور مقامی شعراء ان پڑھ بھی ہوں تو عظیم فصیح و بلیغ کلام کہنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ کس مضمون میں ان کی دلچسپی تھی اس پر بھی اگر روشنی ڈالی جائے تو بہت حد تک اس ملک کی تصویر ابھر کر ہمارے سامنے آجائے گی اور یہ ایک ایسی سیر ہے جو بسا اوقات ملکوں میں جانے والے بھی نہیں کرتے۔ اکثر جا کر ظاہری صورتیں دیکھ کر واپس آجاتے ہیں اور بعد میں آکر ان کو پتا چلتا ہے کہ وہ جو چیز ہم نے دیکھی تھی اس کے اندر تو یہ بات مخفی ہے اس کے پیچھے یہ تاریخ ہے، تو پہلے تاریخ ہو پھر آپ موقع پر جائیں تو ایک اور لطف ہے۔

MTA میں دونوں چیزیں اکٹھی نظر آنی چاہئیں۔ مناظر کے ساتھ اس کے پس منظر بھی اور تاریخ بھی اور معلوماتی خبریں جو سیاست سے بھی تعلق رکھتی ہوں۔ ان کی کھیلیں، ان کے بچوں کے مشاغل، ان کے کھانے کے طریق، پھل کون کون سے ہیں، کیا کیا نعمتیں خدا نے عطا فرمائی ہیں، ان کی کاشت کاری کے طریقے۔ بے شمار معلومات ہیں جو فلمائی جاسکتی ہیں اور ان میں دلچسپی تو ہے، کوئی بد پہلو نہیں ہیں یعنی ایسا لطف ہے جس کے بعد کوئی سر دردی نہیں ہوتی بعد میں اور علم کے بڑھنے کا جو لطف ہے اگر کسی کو یہ عادت پڑ جائے تو یہ عادت ایسی ہے جو چھٹ نہیں سکتی، سب سے بڑا نشہ یہی

ہے۔تب ہی صاحب علم لوگ دنیا کی لذتوں کے محتاج ہی نہیں رہتے ۔ایسے سائنسدان ہیں جو صبح پو پھوٹنے سے پہلے اپنی لیبارٹریز میں پہنچتے ہیں اور رات بارہ کا گھنٹہ وہ اپنی لیبارٹریز میں سنتے ہیں اور ان کے ذکر محفوظ ہیں۔ان کو سوائے اس علم کے جس کی ان کو جستجو، دل میں ایک لگن کے طور پر لگ گئی کسی چیز میں دلچسپی نہیں رہتی۔ نیوٹن کا بھی یہی حال تھا، دوسرے بڑے بڑے سائنسدان جنہوں نے ایجادات کی ہیں اور ہمیشہ کے لئے علم کی دنیا میں ان کا نام سنہری حروف سے لکھا گیا، ان مٹ حروف سے لکھا گیا ان کا مطالعہ کریں ان کو کوئی مجبوری نہیں تھی کہ وہ اتنا وقت اپنے خاندان سے کٹ کر اپنے کاموں میں لگائیں۔مجبوری صرف یہ تھی کہ علم میں ایک نشہ ہے۔علم میں ایک ایسی لذت ہے جس سے انسان کے اندر وسعتیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ جو انا کا ایک مطالبہ ہے کہ میں پھیلوں، علم اسے عطا کرتا ہے اور اعلیٰ رنگ میں عطا کرتا ہے۔ایک انا کا مطالبہ ہے کہ میں پھیلوں، وہ سیاست کے ذریعے پورا ہوتا ہے، خدا کے بندوں پر حکومت کے ذریعے پورا ہوتا ہے اور اکثر اس صورت میں ظلم کرتا ہے انسان، اکثر حقوق تلفی کرتا ہے اور سیاست کے ذریعے جو اپنی قوت اور اپنی انا کو پھیلانے کا مضمون ہے یہ نقصانات سے خالی نہیں ہے بلکہ اکثر اس کے نقصانات اس کے فوائد سے بہت زیادہ ہیں اور علم ایک ایسی چیز ہے جس میں کوئی نقص نہیں ہے۔تب ہی آنحضورﷺ نے سیاسی رسوخ کے ذریعے اپنی شخصیت بڑھانے کا کہیں ذکر نہیں فرمایا لیکن علم کے متعلق فرمایا کہ علم حاصل کرو خواہ چین بھی جانا پڑے۔اس زمانے میں چین عرب سے بعید ترین جگہ تھی، اس سے زیادہ بعد کا تصور نہیں باندھا جاسکتا تھا۔فرمایا چین کی مسافت بھی طے کرنی پڑے تو وہاں بھی جاؤ اور علم سیکھو۔

تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ علم میں اپنی ذات میں ایک ایسی کشش ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی شخصیت پھیلتی ہے اور اس کا فائدہ لوگوں کو پہنچتا ہے، نقصان کوئی نہیں اور اگر علم کی لذت دل میں جاگزیں ہو جائے تو اس سے کردار کی عظمت بھی پیدا ہوتی ہے۔صاحبِ علم میں از خود ایک کردار کی عظمت پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔وہ اپنی ذات میں غنی بنتا چلا جاتا ہے یعنی لوگوں کا ہمدرد بھی ہو تو لوگوں کی ستائش سے بالا ہوتا چلا جاتا ہے۔اس کو پھر اس کی پرواہ نہیں رہتی کہ کوئی دیکھتا ہے مجھے کہ نہیں دیکھتا۔کسی کو میں اچھا لگ رہا ہوں یا بد لگ رہا ہوں تو علم کا نشہ ہے اس میں وہ اپنی مصروف زندگی کے وقت گزار دیتا ہے۔تو MTA علم کی طاقت سے دنیا کے دلوں پر قبضہ کرے گا اور

وہ علوم جو دین کے بھی ہیں اور دنیا کے بھی ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جو علم کی تعریف فرمائی کہ **العلم علمان علم الادیان و علم الابدان۔** (موضوعات الصغانی، رقم الحدیث 20)

میرے ذہن میں جو MTA کا تصور ہے وہ بعینہ اس تعریف کے مطابق ہے کہ علم الادیان بھی ہم لوگوں تک پہنچائیں اور علم الابدان بھی پہنچائیں۔ علم الابدان کا جو یہ ترجمہ کیا جاتا ہے کہ صحت کا علم، یہ غلط تو نہیں مگر یہی ترجمہ نہیں ہے۔ ابدان سے مراد سائنس کا علم ہے Matter کا علم اور دو ہی چیزیں ہیں یا خدا نے روحانی دینی کائنات پیدا فرمائی یا مادی جسمانی کائنات پیدا فرمائی۔ تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ باقی جو کہانیاں اور اس قسم کے شعر و شاعری کے قصے ہیں یہ تو ایک غیر حقیقی قسم کا علم ہے۔ اصل علم وہ ہے جو سچا ہو۔ علم الادیان بھی سچا علم ہے اور علم الابدان بھی سچا علم ہے۔ جہاں مادے کی حرکتیں اور اس کی صفات، اس کے آپس کے تعلقات، ایک دوسرے سے مل کر وہ کیا نئی صفات پیدا کرتے ہیں، جہاں یہ مضمون چلے، یہ علم الابدان ہے اور اس پہلو سے سائنس کی ترقی مسلمانوں سے بطور خاص وابستہ ہونی چاہئے کیونکہ کوئی دنیا کا نبی ایسا نہیں جس نے اپنی قوم کو علم کے متعلق ایسی اعلیٰ صفت، ایسی اعلیٰ تعریف میں متوجہ فرمایا ہو۔ اس سے بہتر تعریف علم کی ممکن نہیں اور متوجہ فرمایا کہ یہ تمہاری زندگی کے مشاغل ہیں۔ تمہیں یا علم ادیان حاصل کرنا ہے یا علم ابدان حاصل کرنا ہے۔

تو MTA کا کام بھی یہی ہے کہ اپنے ملک کے علم الابدان بھی بتائے۔ وہاں کس قسم کے بڑے بڑے سائنس دان پیدا ہوئے، اگر ہوئے اور ان کے جو اقتصادی حالات، ان کے معاشرتی حالات، ان کے ادب کی تاریخ یہ اگرچہ بعینہ علم الابدان تو نہیں مگر اس مضمون کو جب وسعت دیں تو علم کے کسی نہ کسی دائرے میں تو بہرحال آتے ہیں۔ تو علوم میں دلچسپی کے لئے ان کو داخل کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو آنحضور ﷺ خود شعروں کو نہ سنتے۔ حالانکہ قرآن کریم نے شاعر کے متعلق جو فرمایا ہے اس کے باوجود آنحضور ﷺ اشعار کو سنتے بھی تھے اور صحابہؓ کو بھی بکثرت اشعار یاد تھے۔ پس اگرچہ براہ راست علم الابدان تو نہیں ہے یہ مگر علم کی وسیع تر تعریف میں یہ باتیں بھی داخل ہیں۔ اس لئے میں یہ بھی نصیحت کرتا رہا ہوں کہ اپنے ملک کے سائنس دانوں ہی کا نہیں بلکہ ادیبوں کا تعارف بھی کروائیے اور شعراء کا تعارف بھی کروائیے۔ ڈرامہ نگاروں کا تعارف بھی کروائیے۔ وہ کہانیاں جو بہت شہرت پا گئیں ان کا تعارف بھی کروائیے۔

یہ علوم جو ہیں یہ بے فائدہ بہر حال نہیں ہیں کیونکہ ان میں بہت سے حکمت کے موتی بکھرے ہوئے آپ کو ملیں گے۔ ہر قوم کے لکھنے والے نے حکمت کی باتیں کی ہیں ورنہ اسے وہ مرتبہ حاصل ہی نہ ہوتا جو اسے ادب کی دنیا میں حاصل ہوا۔ تو ان کو ابھارا جائے، ان کی لغویات کو بے شک دبی زبان سے ذکر کر کے چھوڑ دیں مگر جو اعلیٰ پائے کی باتیں مختلف قوموں کے شعراء اور ادیبوں نے لکھی ہیں اور کہی ہیں ان کا تعارف تو کروائیے۔ اپنے ملک کے لطائف بتائیں اور کھیلوں کے ساتھ وہ لطائف کی مجلس بھی لگ سکتی ہے۔ ہر ملک کا اپنا ذوق ہے، بعض ان کے لطائف پر آپ کو شاید ہنسی نہ بھی آئے مگر ان کو تو آئے گی بہر حال اور ہمارے علم میں تو اضافہ ہوگا کہ ان لوگوں کا ذوق کیا ہے۔ کس قسم کی چیزیں پسند کرتے ہیں۔ پھر قومی تعارف میں یہ ضروری ہے کہ یہ بھی بتایا جائے کون سی چیزیں ناپسند کرتے ہیں اور یہ ہمارے مبلغین کے لئے اور ویسے تبلیغ کرنے والوں کے لئے بڑی ضروری بات ہے۔

بعض دفعہ ایک بات کا کچھ اور معنیٰ لے لیا جاتا ہے۔ ایک ملک کے ایک دوست نے مجھے ایک دفعہ بتایا کہ پاکستان میں یہ رواج ہے اور ہندوستان میں بھی کہ جب ملتے ہیں تو پیار سے پیچھے تھپکی بھی دیتے ہیں۔ اول تو چھوٹا اگر بڑے کو دے تو یہ ایک بے وقوفی کی بات ہے لیکن یہاں بغیر دیکھے یہی رواج چلتا ہے اور دوسرا یہ کہ بعض ملکوں میں اس کو برا سمجھا جاتا ہے، اس کو ایک گندی علامت سمجھا جاتا ہے اور وہاں اگر دیں تو وہ بھڑک اٹھتے ہیں لوگ۔ اب اس بے چارے کو کیا پتا کہ میں نے تو بہت پاکیزہ محبت کا اظہار کیا تھا اس نے کیا سمجھا ہے۔ تو اس لئے ہر قوم کے رسم و رواج کا علم بھی ضروری ہے اور ایک تبلیغ کرنے والی جماعت کے لئے یہ علم کا انتشار کل عالم میں اس طرح ہونا چاہئے کہ ہمیں ہر قوم کے مزاج، ان کی عادات، ان کی پسند، ان کی ناپسند کا علم ہوتا کہ ہم عالمی حیثیت سے ایک داعی الی اللہ کے طور پر ابھر سکیں۔ اس لئے یہ باتیں بھی بیان کرنی ضروری ہیں۔ پھر جب آپ شعراء کا ذکر کرتے ہیں تو ضروری تو نہیں کہ محض تقریر میں ہی ان کے شعراء کی بات ہو۔ بچے اچانک وہ نغمہ شروع کر دیں، کہیں بڑے اس آواز کو اٹھا لیں اور پھر آپ اس کے ترجمے بیان کریں۔

اور اس کے برعکس اپنی زبانوں میں بھی پروگرام بنائیں۔ یہ پہلو جو ہے اب تک بالکل تشنہ پڑا ہے اب ہم جب کہتے ہیں کہ ہم افریقہ کے لئے دو گھنٹے، کم از کم دو گھنٹے اس طرح ریزرو کرنا چاہتے ہیں کہ افریقن زبانوں ہی کی باتیں ہوں اور غیروں کے لئے ان کے ترجمے پیش ہوں۔ بجائے اس

کے کہ اصل مضمون اردو یا انگریزی میں ہو اور ترجمے دوسری زبانوں میں ہوں۔ تو ان زبانوں میں اگر آپ پروگرام بنائیں گے نہیں تو ہم کیسے آپ کو دکھا سکیں گے۔ اب یوگنڈا کی جو زبانیں مشہور ہیں، جو زیادہ کثرت کے ساتھ سنی اور سمجھی جاتی ہیں، بولی جاتی ہیں یا لکھی جاتی ہیں ان زبانوں میں ہمیں پروگرام ملنے چاہئیں لیکن ابھی تک یورپ کی طرف سے بھی پورے پروگرام نہیں مل رہے۔ سب سے زیادہ سنجیدگی کے ساتھ اگر کام ہوا ہے تو جرمنی میں ہوا ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ناروے کو توفیق ملی ہے کہ وہ اس معاملے میں کافی سنجیدگی سے، دیانتداری سے پروگرام بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ فرانسیسی زبان میں ہمارے نوید مارٹی صاحب کو توفیق ملی ہے اور اب ہمارے جہانگیر صاحب جو مبلغ سلسلہ ہیں وہ بھی اس کام کو بڑھا رہے ہیں لیکن اکثر زبانوں میں ایک خلاء ہے، ایک تشنگی کا احساس ہے۔

پس نہ صرف یہ کہ ہمیں ایسی زبانوں میں پروگرام دیں جو انٹرنیشنلی (Internationally) سمجھی جانے والی زبانیں ہیں جہاں زیادہ تر احمدی ہیں مثلاً اُردو اور انگریزی میں اور اپنے ملک، اپنے ملک کی تاریخ، اپنے ملک کے ادب، اپنے ملک کے دینی حالات، ملک کی دینی جماعتیں، ملک کے علماء کا حال اور دینی تعلقات کے معاملات، اخلاقی حالات، یہ سارے مضامین ہیں جو بہت وسعت رکھتے ہیں۔ پھر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے انڈسٹری، اقتصادیات، ان کی اخلاقی حالتیں، بین الاقوامی تجارتیں اور یہ سارے امور ہیں ان کے ذریعے آپ اپنے ملک کو باہر روشناس کرائیں گے مگر باہر کی دنیا کا علم آپ کو بھی تو پہنچنا چاہئے۔ جب تک آپ اپنی زبانوں میں باہر کی دنیا کا تعارف نہیں بنائیں گے اس وقت تک یوگنڈا میں براہ راست MTA سے وہ محبت پیدا نہیں ہوسکتی جو اپنی زبان میں سن کر پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح سواحیلی ہے اس کا بہت وسیع اثر ہے اور سواحیلی میں ہمیں بکثرت پروگرام چاہئیں۔ اب وہاں تنزانیہ نے اللہ کے فضل سے اچھا دلچسپ پروگرام بنایا تھا مگر بالکل چھوٹا سا اور نہ کوئی احمدی مسجد دکھائی، نہ مبلغ کے آنے کا ذکر کیا، نہ وہ مراکز جہاں جماعت پھیلی ہے، نہ وہاں کے مبلغین اور ان کی خدمت کا کوئی تذکرہ، تو ملکی لحاظ سے تھوڑی سی چیزیں دکھا دینا کافی نہیں ہے۔ مراد یہ تھی کہ وسیع تر تعارف ہو اور ہو دلچسپ طریق پر۔ اب سیرالیون کے جو پروگرام ملے یا دوسری جگہوں کے ان میں وہ بات نہیں ہے جو میں نے خود جا کر وہاں دیکھی تھی۔ وہاں جب میں گیا ہوں تو ان کے بچے، وہاں کے بڑے از خود وارفتگی کے ساتھ جو اپنے دل کی خوشیوں کا اظہار، اپنے

جذبات کا اظہار کرتے تھے اس میں ایک ایسی زندگی تھی کہ وہ حیرت انگیز طور پر دل پر اثر انداز ہو جاتی تھی۔ ان کا ناچنا وہ مغربی تہذیب کے ناچنے کی طرح نہیں ہے۔ ان کا ناچنا اس کے زیادہ مشابہ ہے جیسا کہ مصلح موعودؓ کی پیش گوئی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا خوشی سے اچھلو اور کودو۔ تو یہ سوچ لینا کہ ناچنا کودنا ہے ہی حرام بالکل ناجائز بات ہے، یہ بے وقوفی ہے۔ ناچنا کودنا کیسا ہے۔ کیا دکھاوے کا اور نفسانی خواہشات کے اظہار کا ہے یا بے ساختہ اچھی باتوں پر ایک خوشی کا پھوٹتا ہوا چشمہ ہے۔ جیسے چشمہ ابلتا ہے، اس میں زیر و بم پیدا ہوتے ہیں، اونچ نیچ ہوتی ہے۔ اسی طرح انسانی بدن بھی بعض دفعہ خوشیوں کے ساتھ، خوشیوں کے جذبے کے مطابق اچھلتے بھی ہیں، کودتے بھی ہیں، پیچ وخم بھی کھاتے ہیں مگر اس میں بناوٹ نہیں ہوتی۔ یہ بے ساختگی اور بناوٹ سے پاک ناچنا مجھے سب سے زیادہ افریقہ میں دکھائی دیا ہے۔ وہاں قطعاً کوئی بھی جنسی پہلو اس میں نہیں ہے یعنی احمدیت کی دنیا جو افریقہ میں میں نے دیکھی ہے وہ اپنے اس طبعی شوق اور جذبے کو جوان کی فطرت میں ودیعت ہے کہ آواز کے ساتھ بدن میں ضرور حرکت پیدا ہو اس عمدگی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ اس میں کوئی گندا پہلو نہیں مگر حسن کا پہلو بہت نمایاں ہو کے ابھرتا ہے۔ مثلاً خوش آمدید میں آپ بعض دفعہ ہاتھ اونچے کر دیتے ہیں مگر رومال کو لہراتے وقت بدن بھی ساتھ لہراتے جائیں اسی طرح اور پتا بھی نہ ہو لہرانے والے کو کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ یہ نظارے جو ہیں ساتھ اس کے نغمے الاپے جارہے ہوں اور ان کی لے کے مطابق رومال بھی حرکت کریں، بدن بھی حرکت کریں اب کوئی اس کو ناجائز نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ ایک طبعی فطرت کے پاکیزہ اظہار ہیں اور اگر یہ ان کو وہ نہ کریں تو پھر دوسرا گند رہ جائے گا باقی۔

افریقن میوزک کا اور بدن کی حرکت کا ایسا عاشق ہے اور اس طرح بے ساختہ اس کی فطرت میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ اسے دبایا جا ہی نہیں سکتا۔ صرف یہ سوال ہے کہ اس رستے پر چلایا جائے یا اس رستے پر چلایا جائے۔ تو جو دین کا رستہ ہے اس پر چلیں اور وہاں بھی جس حد تک ممکن ہے کچھ ان کی تادیب ہو، کچھ ان کو ادب سکھایا جائے کہ اتنا زیادہ بھی نہ کیا کرو۔ عورتیں اگر کرتی ہیں تو ان کو کہا جائے کہ ایک حد ہے اس سے زیادہ نہ نکلو۔ مگر یہ کہ اس جذبے کو ختم کر دیا جائے یہ ممکن نہیں ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت یہ نہیں کرسکتی۔ یہ بعض قوموں کے فطری جذبے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرما رکھے ہیں۔ ان کو ان سے کھینچ کر نکالا نہیں جا سکتا۔ پس ان کا اظہار کہیں دکھائی نہیں دیا یعنی یو گنڈا

کی فلم میں سکول ہی دکھایا جا رہا ہے، لیبارٹری دکھائی جا رہی ہے۔ کیا یوگنڈا اسے اچھی لیبارٹری اور کہیں موجود نہیں ہے۔ اس میں کیا دلچسپی ہے ہمیں۔ ہاں سرسری طور پر بتا دیتے کہ یہ لیبارٹری باقی سب سے بہتر ہے اور خدا نے احمدیت کو توفیق بخشی، بات ختم کرتے۔ یوں لیبارٹری میں داخل کیا ہے باہر نکلنے کا رستہ ہی نہیں دکھایا یہاں تک کہ میں نے کہا کہ آئیے ہم کہیں اور چلتے ہیں۔

پس جب فلم بناتے ہیں تو سوچا تو کریں۔ یہ سوچا کریں کہ آپ پر اگر یہ فلم ٹھونسی جائے تو آپ کا کیا حال ہوگا۔ ایسی فلم بنائیں کہ جب آپ اسے دیکھنے لگیں تو پھر نظریں الگ نہ ہوسکیں، اٹھ نہ جائیں اور ہر تعلیم میں دلچسپی کا پہلو پیدا کرنا یہ ہمارا اوّلین فریضہ ہے ورنہ دنیا کے مقابل پر ہم مات کھا جائیں گے اور اللہ کے فضل سے بہت حد تک خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ توفیق بخشی ہے کیونکہ جب غیر مجھے لکھتے ہیں کہ ہم نے MTA دیکھنا شروع کیا تو پھر نظر الگ نہیں ہوتی تھی اور اب اس کی عادت پڑ گئی ہے تو وہ جو احمدی نہیں جو مسلمان بھی نہیں جو عیسائی ہیں یا بعض ہندو بھی ان میں شامل ہیں جب وہ یہ باتیں لکھتے ہیں تو پھر یہ ایک تصدیق ہے کہ واقعۃً ہمارے پروگرام میں کوئی نہ کوئی جذب ضرور ہے اور وہ جذب اصل میں سچائی کا جذب ہے۔ پروگراموں میں لطف پیدا کرنے کے وقت بناوٹ نہ آنے دیں جہاں آپ کے پروگراموں میں بناوٹ آگئی وہاں یہ پروگرام مر جائیں گے اور اکثر لوگ یہ تجزیہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے کہ ہم کیوں ان پروگراموں کو پسند کر رہے ہیں کیوں دوسروں کو نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو دل اتر گیا ہے ان سے۔

اصل بنیادی وجہ یہ ہے کہ احمدیت کے پروگرام جو MTA پر دکھائے جاتے ہیں ہماری کوشش یہ ہے کہ وہ سارے زندہ ہوں اور ہر طرح کی بناوٹ سے پاک ہوں۔ غلطیاں بھی ہوں تو غلطیوں کی معافی مانگ لی جائے۔ اگر تصحیح بھی کرائی جائے تو سب کے سامنے کروائی جائے۔ پس آپ نے کئی دفعہ دیکھا ہوگا پروگرام میں بیٹھا ہوں ساتھ کہہ رہا ہوں جی اچھا یہ نہ کرو وہ کرو۔ کبھی دنیا میں ایسے پروگرام کہیں اور بھی دیکھے ہیں آپ نے کہ ٹیلی ویژن جاری ہے اور وہاں تصحیح ہو رہی ہے اور ادائیں بتائی جا رہی ہیں یہ نہیں کرنا وہ کرنا ہے لیکن اس میں اپنا ایک مزہ ہے اور یہ وہ مزہ ہے جو کہیں اور آپ کو نہیں ملے گا کہ سچائی جس طرح پھول کھلتا ہے اس طرح کھل رہی ہے۔ اس کا ہر پہلو دکھائی دے رہا ہے اور پھولتا ہوا پھیلتا ہوا، پھولتا، پھلتا دکھائی دے رہا ہے۔ یہ وہ خصوصیات ہیں MTA کی جو

آپ کے تمام پروگراموں میں ہمیشہ باقی رہنی چاہئیں اور ان کے بغیر MTA دنیا کے دل جیت نہیں سکتی مگر جیت رہی ہے خدا کے فضل سے حالانکہ خامیاں بھی بہت ہیں۔ میری دعا یہ ہے کہ آپ سب کو تمام دنیا کے احمدیوں کو اپنے اپنے ملک اور علاقوں کے پروگرام بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب چین میں بھی ہمارے احمدی بس رہے ہیں ان سے میں نے کہا تھا جماعت آپ کو کہاں کیمرے لے لے کے دے گی ہر جگہ سے۔ آپ میں کھاتے پیتے لوگ ہیں اپنا کیمرہ خود خریدیں اور ہم سے یہ پوچھ لیں کہ کون سا خریدا جائے۔ اب مجھے اطلاع ملی ہے کہ میری اس نصیحت کے بعد کیمرہ خریدا گیا ہے اور تجربے کریں۔ مگر چین جیسے ملک میں تو بے شمار واقعات ہیں جو ماضی میں پھیلے پڑے ہیں۔ ان کے ماضی کو ہی اگر ٹیلی ویژن پر ان کے باقیات کے حوالے سے دکھایا جائے تو بہت عظیم الشان مضمون ہے۔ دیوار چین کب بنی، کیسے بنی، اس کے مناظر کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں۔ کبھی آپ کو جنوب میں دکھائی پڑے گی۔ کبھی شمال میں دکھائی پڑے گی اور اندازہ کریں کہ وہ تین ہزار میل کے قریب لمبی دیوار ہے۔ اتنی چوڑی کہ اس کے اوپر بگھیاں دوڑتی ہیں اور مسلسل چلتی چلی جاتی ہیں اور پہاڑیوں کی بلندیوں پہ چڑھتی ہے، کھڈوں کی گہرائیوں میں اترتی ہے اور مسلسل جاری ہے اور اتنی مضبوط ہے کہ دشمن پھر اس کو توڑ کر چین پر حملہ آور نہیں ہو سکا۔

اب یہ جو مضمون ہے اپنی ذات میں اس کا ایک تاریخی پہلو بھی ہے اور اس مضمون کو اس دیوار کے ساتھ بھی لگایا جا سکتا ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے کہ یا جوج ماجوج کے خطرے سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک بادشاہ کو توفیق عطا فرمائی تھی اور وہ کون بادشاہ تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں خورس تھا، دارا نہیں تھا اور جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے ایک ذرّہ بھی مجھے شک نہیں کہ وہ خورس ہی تھا اور خورس کے سوا کوئی اور ہو نہیں سکتا۔ جس کی اتنی تعریف بائبل میں کی گئی ہو اور اس کی عظمتوں کے ذکر کے ترانے غیر مذہب کی کتاب گا رہی ہے جس کا اس کے ساتھ تعلق نہیں ہے اور پھر خدا اس کو توفیق بھی بخشتا ہے اسرائیل کی خدمت کرنے کی اس کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس نے بہت دور دور کے سفر کئے اس نے بھی دیواریں بنائی ہیں۔ تو یہ تحقیق کہ آیا چین کی دیوار پر کیا اس کا بھی کوئی اثر تھا کہ نہیں۔ جہاں تک زمانے کا تعلق ہے یہ دیوار اتنی پرانی ہے کہ ممکن تو ہے کہ اسی کے دور میں بنی ہو لیکن براہ راست یا بالواسطہ اس کا اثر تھا کہ نہیں یہ بھی ایک تحقیق طلب امر ہے۔

تو ہر ٹیلی ویژن کے پروگرام کے پیچھے ایک تحقیق ہونی چاہئے اور صرف ظاہری نظاروں پر اس کو کھڑا نہ کریں۔ میں نے ملکوں سے درخواست کی تھی جہاں جہاں میں گیا کہ اپنے بچوں، بچیوں کو لڑکوں کو بڑوں کو بعض تحقیقات کے لئے وقف کریں اور ان کو معین کام دیں کہ یہ ٹیلی ویژن ہم نے بنانی ہے، ٹیلی ویژن کے لئے یہ پروگرام بنانا ہے اور اس کے لئے ہمیں اس اس تحقیق کی ضرورت ہے اور اس میں جب میوزیم آپ دکھاتے ہیں تو جب تک پتا نہ ہو کہ یہ میوزیم کن کن چیزوں کو سمیٹے ہوئے ہے، ان کا پس منظر کیا تھا آپ کا محض تصویریں دکھا دینا تو کوئی کام کی بات نہیں ہے۔ پس گھر بیٹھے دنیا کے ہر احمدی کو تمام دنیا کی وہ باتیں معلوم ہوں جن کا معلوم ہونا انسان کے علم میں بھی اضافہ کرتا ہے اور اس کے لطف میں بھی اضافہ کرتا ہے اور اسے ایک بہتر داعی الی اللہ بنانے میں بھی مددگار ہوتا ہے۔

یہ پروگرام ہیں جو صرف انگلستان کے خدمت کرنے والے پورے نہیں کر سکتے۔ لازم ہے کہ تمام دنیا کی جماعتیں مددگار ہوں اور ہر جگہ لوگ یہ اپنے آپ کو لگن لگا بیٹھیں کہ ہم نے بہترین، دلچسپ اعلیٰ درجے کے معلوماتی پروگرام اور پھر نغماتی پروگرام دنیا کے سامنے پیش کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اب جلسے سے پہلے وقت تو تھوڑا رہ گیا ہے مگر چونکہ براہ راست سب سن رہے ہیں کوئی نہ کوئی نمونے کی فلم ضرور بنا کے لائیں۔ وہ دو چار دن میں بھی بن سکتی ہے تا کہ وہ آپ کی طرف سے ہم پیش کریں اور پھر آپ کو بتا سکیں کہ اس میں کیا کیا نقائص ہیں۔ آئندہ جب آپ وڈیو تیار کریں تو ان باتوں کا خیال رکھیں۔ پس جو تحفہ لانا ہے ان میں سے ایک یہ تحفہ ضرور ہو۔ بیعتوں کا تحفہ تو اول ہے لیکن نمبر دو یہ ہے کہ اعلیٰ درجے کی وڈیوز آپ کے ملک کی نمائندگی کرتی ہوئی آپ کے ساتھ آئیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین